عبادات پر ریاکاری کے مضمرات واثرات

The Implications and Effects of Hypocrisy on Worship

Dr. Asma Naz
Lecturer, GCW University, Sialkot
Email: *asma.naz@gcwus.edu.pk*

ABSTRACT:

The article reveals the importance of intension before doing any deed. The research unveils the fact that our deeds depend upon intension whether good or bad. The term Hypocrisy can be defined as any deed which can be performed not to impress Allah Almighty but to get one's own benefits from others.

Our beloved Prophet Hazrat Muhammad (S.A.W) said that our deeds depend upon our intentions. The present study also gives emphasis on this fact in the light of Quran and Hadith that one must be aware of this reality that everyone is answerable to Allah Almighty and on the Day of Judgment we will be judged by our intentions. This is the only possible way to get close to Allah Almighty. The scope of this research is to give society a moral lesson so that they can avoid showing off.

***Keywords**: Hypocrisy, Intension, Day of Judgment, deeds, Prayers*

ریاکاری سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس غرض سے کرے کہ وہ لوگوں کے ہاں پسندیدہ ہو اور ان کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت ہو، ریاکاری کو کئی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، ریاکار زیادہ لوگوں کو صرف اس لیے اپنی اطاعت و عبادت سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تاکہ ان سے مالی فوائد حاصل کرے یا وہ لوگوں میں نیک مشہور ہو اور ان سے عزت حاصل کرے۔

عبادات پر ریاکاری کے مضمرات واثرات:

دین اسلام عبادات کو اس وقت تک کافی نہیں سمجھتا جب تک ان میں صرف اللہ کی رضامندی کے حصول کا جذبہ کارفرمانہ ہو، جب کہ ریاکار شخص مخلوق خدا کی رضامندی کا ذریعہ بھی بناتا ہے جس سے نیک عمل کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے، آیات واخبار سے یہ بات ثابت ہے کہ ریا کی آمیزش نیک عمل سے ثواب ضائع کر دیتی ہے۔

درج ذیل آیت قرآنی:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾[1]۔

"جسے اپنے رب سے ملاقات کا شوق ہو ثواب کی امید ہو تو وہ اس کے عذاب سے ڈرے اعمال صالحہ بجالائے، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے"۔

امام قرطبی "الجامع لاحکام القرآن" میں فرماتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جندب بن زہیر عامری کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہوں اس میں صرف اللہ ہی کی رضا ہی چاہتا ہوں مگر جب یہ عمل لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے، اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ وَلَا يَقْبَلُ مَا شُوْرِكَ فِيْهِ[2]۔

"بے شک اللہ عزوجل پاک ہے، پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے، وہ ایسے عمل کو قبول نہیں فرماتا جس میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا گیا ہو"۔

دین اسلام میں ہمارے افعال واعمال میں سے صرف وہی اعمال وافعال مقبول ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے نصب العین کے تحت انجام دیے گئے ہوں، اگر نصب العین پر نہ ہوں تو ایک عمل ظاہر میں کتنا ہی پاکیزہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں، بلکہ الٹا پکڑ کا سبب ہے۔

نماز پر ریا کے مضمرات:

نماز اور ریا:

ریاکار لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور نماز کو اس سے مناجات اور ملاقات کا شوق اور جذبہ لے کر نہیں پڑھتے، بلکہ محض لوگوں کو دکھلانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں، جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[3]۔

''لوگوں کو دکھلاتے ہیں اللہ کا ذکر تو صرف برائے نام کرتے ہیں، یعنی بالکل تھوڑا سا''۔

نیز فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ * الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾[4]۔

''وہ لوگ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں''۔

ریاکار کا نماز سے مقصود صرف لوگوں کو ہی دکھلانا ہوتا ہے، لوگوں کے ساتھ ہوئے تو نماز پڑھ لی وگرنہ نماز کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، صرف نمود و نمائش اور ریاکاری کے لیے نماز پڑھتے ہیں، ایسی نماز جو ریاکاری کی نیت سے پڑھی جائے وہ نماز نہیں بلکہ شرک ہے، اسی حقیقت کو حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یوں واضح فرمایا:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰى يُرَآئِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَآئِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ[5]۔

''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا''۔

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو دکھلانے کے لیے یہ اعمال کیے انہیں اللہ تعالی کا شریک بنالیا، اس حالت میں اعمال اللہ تعالی کی رضامندی کے لیے نہ ہوئے، بلکہ لوگوں کا منظورِ نظر بننے کے لیے کیے گئے تو یہ سراسر شرک ہوئے۔ ریاکار نماز میں جب لوگوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھتا ہے تو نماز میں تکلف اختیار کرتا ہے، اسے خوب مزین و خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے، اس طرح وہ شرک خفی کا مرتکب ہوتا ہے جو مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے اس حقیقت کو یوں واضح فرمایا:

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ؟ قَالَ: قُلْنَا: بَلٰى، فَقَالَ: الشِّرْكُ الْخَفِيُّ، أَنْ يَقُوْمَ الرَّجُلُ يُصَلِّيْ، فَيُزَيِّنُ صَلَاتَه، لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ[6]۔

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو وہ بات نہ بتلاؤں جس کا ڈر تم پر میرے نزدیک دجال سے زیادہ ہے؟ ہم نے عرض کیا بتلائیے آپ ﷺ نے فرمایا: پوشیدہ شرک اور وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کو دیکھ کر اپنی نماز کو زینت دے''۔

باجماعت نماز ریاکاری کی نیت سے:

نمازی صرف ریاکاری کی نیت سے باجماعت نماز کی ادائیگی کرے تاکہ لوگوں میں اچھی شہرت ہو ایسا شخص نفع حاصل کرنے کی بجائے نقصان ہی لیتا ہے، اکثر اسی وجہ سے ناکام ہوئے کہ ان کو لوگوں کے برا کہنے کا خوف اور لوگوں سے تعریف کی محبت کہ کسی طرح ان کے کام لوگوں کی مرضی کے موافق ہوں تاکہ سب لوگ انھیں اچھا کہیں، کوئی ان کی بد تعریفی نہ کرے، تو یہ امر مہلکات میں سے ہے، ایسی نماز اللہ کے قُرب کی بجائے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے، اس لیے کہ ریا ایک شیطانی فریب ہے، ریاکار کو شیطان یہ سوجھا دیتا ہے کہ یہ دینی بات ہے حتی کہ وہ اپنے ہوائے نفسانی کے باعث اس کو حسنات میں شمار کرنے لگتا ہے، اسی وجہ سے اور زیادہ اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے، جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کی آفات معلوم نہیں اس کی اکثر عبادات ضائع ہو جاتی ہیں اس کو دنیا بھی نہیں ملتی اور آخرت کی بھلائیوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے، ریاکاری کی بدولت تو نماز بھی شرک کے زمرے میں چلی جاتی ہے تو ایسے میں باجماعت ادائیگی بھی شرک کی نذر ہو جائے گی۔

زیادہ نوافل پڑھنا:

ریاکار لوگوں کے سامنے نوافل کا بڑا اہتمام کرتا ہے اور لوگوں کی موجودگی میں اس کی طبیعت عبادت پر خوش ہوتی ہے، وہ لمبی نماز پڑھتا ہے، صلوۃ التسبیح کو بڑے اہتمام سے ادا کرتا ہے، نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے، دیر تک قیام کرتا ہے، سجدہ اور رکوع طویل کرتا ہے، گویا کسی کے دیکھنے پر اپنی نماز کو طویل کر لیتا ہے۔ لوگوں کے سامنے تو نوافل بھی بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھتا ہے، جیسا کہ تہجد بھی اس خاطر پڑھ لے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ جانیں کہ یہ بندہ نیک اور صالح نہیں، لیکن اگر تنہا ہو تو فرض نماز بھی بڑی آسانی سے چھوڑ دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ریاکار لوگوں کے سامنے نماز پڑھنے کے لیے بغیر وضو بھی کھڑا ہو جاتا ہے۔

نماز پڑھنے کا جابجا تذکرہ کرنا:

ریاکار شخص لوگوں کے سامنے جابجا اپنی نماز کا تذکرہ کرتا رہتا ہے، باتوں ہی باتوں میں اپنی نماز کی شہرت کرتا ہے، ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ ہر عام و خاص اس کی نماز کی ادائیگی سے مطلع رہے، اگر اس کو کہیں جانے کا اتفاق ہو وہاں پہنچ کر لوگوں میں اس طرح کی باتیں کرے گا میں تو نماز کے لیے بڑی صبح اٹھ جاتا ہوں، کہیں جانا پڑے تو سب سے پہلے میں نماز کی فکر کرتا ہوں، نماز نہیں بلکہ نماز کی تشہیر کی فکر میں رہتا ہے۔

ریاکاری نماز کے منافی:

اخلاص اور خشوع و خضوع سے بھری ہوئی نماز کا غیر اللہ کی بندگی سے کوئی جوڑ نہیں، دونوں میں کھلا ہوا تضاد ہے، وہ غیر اللہ کی بندگی سے اور غیر اللہ کی غلامی سے کوئی میل نہیں کھاتی، کسی جگہ اور کسی موقع پر اس سے ہم آہنگ نہیں ہو

سکتی، یہ بندگی اور غیر اللہ کی غلامی نماز کے سارے ارکان خدا سے نمازی کا عہد وپیمان اور نماز میں پڑھی جانے والی ساری چیزوں کے سراسر منافی اور برسرپیکار ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ پر ریاکاری کے مضمرات:

جو نمائش کی خاطر اپنا مال خرچ کرتا ہے اسے کوئی نیکی وثواب حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو ایک ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے جسے اس دن کے برے انجام کا ضرور سامنا کرنا ہوگا جس دن نہ مال ودولت فائدہ دیں گے اور نہ ہی اولاد کام آئے گی ہاں البتہ! وہی شخص کامیاب ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پاس تقویٰ واخلاص لے کر حاضر ہوا، اگر انفاق کرنے والا اپنے انفاق کو پوری احتیاط کے ساتھ ریاکاری کی آفات سے بچانے کی کوشش نہ کرے تو پھر اس کے انفاق کی برکت برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

درج ذیل آفات ریاانفاق فی سبیل اللہ کے اجر وثواب کو باطل کر دیتی ہیں:

۱۔ انفاق اور ریاونمائش

۲۔ احسان جتانا، بدلہ چاہنا

۳۔ صرف اعلانیہ خرچ کرنا

۴۔ احساس برتری کا اظہار کرنا

۵۔ قریبی تنگ دست کو چھوڑ کر غیروں پر نمائش کے لیے خرچ کرنا

۶۔ صدقہ وخیرات

۷۔ قرضِ حسنہ

انفاق اور ریاونمائش:

یوں تو ریا نیکی کے ہر کام میں آگھستی ہے، لیکن بعض کاموں میں اس کے گُھس آنے کے مواقع کہیں زیادہ ہیں، ان میں سے انفاق کا کام بھی اپنے اندر ریاونمائش کے لیے بڑی گنجائش رکھتا ہے، اس لیے کہ مال دار کو اپنی شہرت کی ویسے ہی بڑی خواہش ہوتی ہے، پھر اگر یہ شہرت اس کو دین داری سے حاصل ہو تو پھر کیا کہنے ہیں، بہت سے شہرت کے خواہش منداس میدان میں آکودتے ہیں اور مختلف قومی اور مذہبی کاموں میں محض اس خیال سے مال خرچ کرتے ہیں کہ ایک ہی ساتھ ان کی مال داری اور دین داری دونوں کی دھوم مچ جائے گی، بعض اوقات اس میں کئی اور اغراض ومقاصد بھی شامل ہو جاتے ہیں، مثلاً حکام وقت کی خوشنودی اور پھر ان سے استفادہ یا کسی انجمن کی صدارت یا ریاست یا کسی طبقہ کو خوش کر کے اس کا ووٹ حاصل کرنا، اس طرح یہ ایک کاروبار بن جاتا ہے۔ بعض لوگ نمود

ونمائش کے اتنے خواہش مند ہوتے ہیں کہ وہ اس کام میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے، جہاں سرفہرست اخبار میں ان کو اپنے نام کے آنے کی توقع نہ ہو، اگرچہ وہ کام فی الواقع کتنا ہی مفید ہو، کچھ دینے سے پہلے اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ ان کے دینے کی شہرت ہو جائے، پھر یہ کہ ریاکار صرف اعلانیہ خرچ کو ہی نمائش کی خاطر ترجیح دیتا ہے، اس میں ایک وجہ جواز بھی تلاش کر لی گئی ہے کہ اس سے دوسروں کو بھی ترغیب ہوتی ہے، لیکن سرًّا خرچ کرنے کی بات بالکل نہیں ہوتی خصوصاً جو شخص اپنے انفاق کو ریاکی آلائش سے پاک دیکھنا چاہتا ہے اس کے لیے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ جتنا علانیہ خرچ کرے اس سے زیادہ پوشیدہ طور پر خرچ کرے، جس کی اس کے خالق ومالک اور اس شخص کے سوا کسی کو بھی خبر نہیں جس کے لیے اس نے خرچ کیا[7]۔

ریاکاری کا انفاق رائیگاں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ا۔﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾[8]۔

''مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا۔ جو لوگوں کو دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان کر کے ریاکار کے دل کو چٹان اور پتھر سے تشبیہ دی ہے، جیسے کسی پتھر وچٹان پر مٹی جم جائے اور حقیقت میں اس پتھر وچٹان پر کوئی سبزہ اور نرمی نہیں ہوتی اور تھوڑی سی مٹی نے اس پتھر کی سختی کو ڈھانپا اور چھپایا ہوتا ہے، دیکھنے والے کی آنکھ دھوکہ کھا جاتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب اس پر بارش برسے گی تو پودے اُگیں گے، لیکن جب بارش برستی ہے تو مٹی دھل کر صاف ہو جاتی ہے اور سخت پتھر باقی رہ جاتا ہے، بالکل یہی مثال اس سخت دل ریاکار کی ہے جو ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے خرچ کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان سے خالی اور سخت دل ہوتا ہے۔ جس وقت زوردار بارش اس پتھر پر جمی تھوڑی سی مٹی کو لے جاتی ہے اور ختم کر دیتی ہے تو اس پتھر کی پوشیدہ حالت ظاہر ہو جاتی ہے، اس کی قساوت وبے روئیدگی نمایاں ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پر کوئی پھل، نباتات، پودے اور ہریالی نہیں اُگے گی اور جو اُگے گی اسے زمین کے اوپر سے اس کی جڑ سے اکھیڑ لیا

جائے گا اس کا وہاں ٹھہرنا ممکن نہیں ہوگا، بالکل یہی مثال اس آدمی کی ہے جو ریاکاری کرتا ہے اسے کوئی نیکی وثواب حاصل نہیں ہوتا۔

ریاکاری کے مرتکب سخی کا سب سے اوّل محاسبہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، فرمایا: مال والا بلایا جائے گا اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ میں نے مال دیا تھا تو نے کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! میں نے مال آپ کے نام پر لگایا اور آپ کو راضی کرنے کے لیے فلاں فلاں جگہ خرچ کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹ بولتا ہے تو نے سخی کہلانے کے لیے مال خرچ کیا، فرشتے بھی یہی کہیں گے اور لے جا کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو انفاق فی سبیل اللہ میں ریاکاری کرتا ہے اس کا انجام یہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے بے نیاز ہے جس میں اس کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہرایا جائے۔

احسان جتانا بدلہ چاہنا:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دینے کا اجر اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس شخص کو صدقہ دیا جائے نہ تو اس پر احسان جتایا جائے اور نہ ہی اس کی دل آزاری کی جائے، کیونکہ ان دونوں چیزوں سے اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾[9]۔

''جو لوگ اپنا مال اللہ کے رستے میں صرف کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے۔ اور (قیامت کے روز) نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے''۔

اس میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب اور احسان جتا کر برباد نہ کرنے پر تنبیہ ہے، کسی اور طرح سے اذیت پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اس احسان کی وجہ سے اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے، اس کو کمتر سمجھے۔

صرف اعلانیہ خرچ کرنا:

ریاکار کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ انفاق میں صرف اعلانیہ خرچ کو ہی ترجیح دیتا ہے، ایک تو مال دار ہونے کی شہرت کرتا ہے دوسرے اپنی دین داری کو نمائش کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے، اپنے قریبی مفلس مجبور کو چھوڑ کر اور لوگوں پر خرچ کرتے ہیں صرف اس لیے کہ اپنے قریبی کا تو کسی کو پتہ نہیں چلے گا، جب کہ باہر لوگوں میں تو بہت

اچھی شہرت ہو گی، بہر حال وہ کسی صورت بھی سرًّا خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، خواہ انفاق کی کیسی اشد ضرورت ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اہل خانہ پر بھی بخل سے خرچ کرتا ہے کہ وہاں بھی خرچ کرنے پر نمائش نہیں ہوتی، حالانکہ بہترین صدقہ تو یہی ہے جو اہل خانہ پر حسن نیت کے ساتھ خرچ کیا جائے، اس لیے کہ ان کی بہترین کفالت بھی اس کی ذمہ داری ہے، جب کہ ریاکار کے اندر صرف ایک ہی جذبہ غالب ہوتا ہے کہ کسی طرح ہر وقت لوگوں میں اچھی شہرت رہے، نیک نامی رہے، اس لیے وہ صرف اعلانیہ خرچ کو ہی ترجیح دیتا ہے[10]۔

احساس برتری کا اظہار کرنا:

انفاق کے سلسلہ کی ایک آفت احساس برتری کا اظہار بھی ہے جو شخص اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے لیے کچھ کر سکے، پھر جب وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کے ہاتھ اس کے آگے پھیل رہے ہیں بہت سے ضرورت مند لوگ اس کی طرف رجوع کر رہے ہیں تو اس کے دماغ میں بڑائی اور برتری کی ہوا سما جاتی ہے، وہ اپنے آپ کو دینے والی پوزیشن میں پا کر لینے والوں کے مقابل میں بہت ارفع اور بہت اونچا خیال کرنے لگتا ہے، اس کا اظہار مختلف شکلوں میں اس کی زبان سے بھی ہونے لگتا ہے اور اس کے انداز و اطوار بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں[11]۔

یہ احساس اس جذبہ شکر کی جڑ کاٹ دیتا ہے جس کو انفاق فی سبیل اللہ کا اصلی محرک ہونا چاہیے، اس سے آدمی مغرور، متکبر اور خود پسند بن جاتا ہے، خود کو سب سے برتر سمجھتا ہے، تواضع جو عبدیت کی روح اور انکسار جو بندگی کی جان ہے، اس کے اندر سے غائب ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی احتیاج اور تنگ دستی سے اپنے لیے کوئی مفید سبق حاصل کرنے کی بجائے اس کو بہت سے لوگوں پر اپنی آقائی اور خدائی جمانے کا ذریعہ بنا لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ اس کے پاس بھی جو کچھ ہے کسی اور کا بخشا ہوا ہے، اس کی یہ بخشش کسی استحقاق کی بنا پر نہیں، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

قریبی تنگ دست کو چھوڑ کر غیروں پر نمائش کے لیے خرچ کرنا:

یہ صورت اس وقت پیدا ہوا کرتی ہے جب آدمی کسی مقدم حق دار کے لیے انفاق کرنے سے اس لیے گریز کرتا ہے کہ کسی سبب سے اس کو اس شخص سے نفرت یا عداوت ہو جاتی ہے۔

اسلام نے انفاق کے لیے جو ترتیب قائم کی ہے اس کی رُو سے آپ کے انفاق کا اولین حق دار آپ کا وہی عزیز یا آپ کا وہی پڑوسی ہے، لیکن آپ اس عزیز یا پڑوسی سے کوئی شکایت رکھتے ہیں اس وجہ سے اس کو چھوڑ کر دوسروں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، بہت سے خوشحال دولت مند لوگ کہ ان کے عزیز نہایت غربت اور پریشانی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں، لیکن ان کے خوشحال عزیز انفاق کے اہل اور عادی ہونے کے باوجود ان کی مدد نہیں کرتے، بلکہ ان کو نظر انداز کر

کے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کو اپنے عزیزوں سے کچھ واقعی یا غیر واقعی شکایت ہوتی ہے، یہ طرزِ عمل اس ترتیب کو بالکل بدل دیتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انفاق کے لیے بتائی ہے، پھر یہ کہ یہ ترتیب کوئی اتفاقی چیز نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر معاشرے اور معیشت کی نہایت گہری حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، جو اس کو بدل دینے کی صورت میں ختم ہو جاتی ہیں اور اگر ہم اپنے انفاق کا مستحق انہی کو سمجھتے ہیں جن سے ہم راضی اور خوش ہیں اور جن کو اپنی منشا کے مطابق پا رہے ہیں تو یہ انفاق بے غرض انفاق تو نہ ہوا، یہ تو وہی غرض مندانہ اور کاروباری انفاق ہوا جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے باطل اور بے برکت قرار دیا ہے۔ جو شخص اپنے انفاق کی برکتوں سے محروم نہیں ہونا چاہتا اس کو چاہیے کہ وہ اس ترتیب کو ٹوٹنے نہ دے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انفاق کے حق داروں کی بتا دی اگر اس ترتیب کی رُو سے سر فہرست کوئی ایسا شخص آتا ہے جس سے اس کو کسی سبب سے نفرت ہے تو بھی اس کو ضرور دے اور اس کی غلطیوں سے در گزر کرے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[12]۔

"جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے"۔

صدقہ وخیرات:

حلال ذرائع سے حاصل کردہ دولت کو محض رضائے الٰہی کے لیے نیک کاموں پر خرچ کرنے کو صدقہ وخیرات کا نام دیا جاتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝﴾[13]۔

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ تمھیں مال سے خرچ کرنا ہے والدین کے لیے اور عزیزوں اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے اور جو بھی نیکی کرو گے اللہ کو اس کا علم ہے"۔

بعض لوگوں نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، انفاق کا یہ حکم صدقات نافلہ سے متعلق ہے، زکوٰۃ سے نہیں کیوں کہ ماں باپ پر زکوٰۃ کی

رقم خرچ کرنی جائز نہیں ہے،اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اس کا کوئی حصہ بھی اللہ تعالیٰ وصول نہیں کرتا وہ کسی مال واسباب کا محتاج نہیں، بلکہ وہ ایک ہاتھ سے جو کچھ لیتا ہے دوسرے ہاتھ سے ہماری طرف لوٹا دیتا ہے، ہمارے ہی ماں باپ، ہمارے ہی عزیز وا قارب، ہمارے ہی یتیم، ہمارے ہی مسکین اور ہمارے ہی مسافران سے فائدہ اٹھاتے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہم جو کچھ خرچ کرتے ہیں کسی دوسرے کی خدمت پر نہیں بلکہ اپنی ہی خدمت پر خرچ کرتے ہیں، پھر یہ کہ انسان جو نیکی بھی کرتا ہے اسے اطمینان رکھنا کہ اس کا ایک ایک ذرّہ سب خدا کے علم میں ہے کوئی چیز نہ تو اس کے علم سے باہر ہے اور نہ کسی چیز کو وہ فراموش کرنے والا ہے، پھر جب وہ سب کچھ جانتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس کا بھرپور صلہ بھی دے گا[14]۔

قرضِ حسنہ:

قرضِ حسنہ سے مراد اللہ کی راہ میں اور جہاد میں مال خرچ کرنا ہے، یعنی جان کی طرح مالی قربانی بھی پیش کرنا، رزق کی کشادگی اور کمی بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ دونوں طریقوں سے آزمائش کرتا ہے، کبھی رزق میں کمی کرکے اور کبھی اس میں فراوانی کرکے، پھر یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کمی بھی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اس میں کئی گنا اضافہ فرماتا ہے، کبھی ظاہری طور پر، کبھی معنوی وروحانی طور پر اس میں برکت ڈال کر اور آخرت میں تو یقیناً اس میں اضافہ حیران کن ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ﴾[15]۔

"کون ایسا ہے جو اللہ کو قرض دے کہ پھر اللہ اسے بڑھا کر کئی گنا کردے اور اللہ ہی تنگی بھی کرتا ہے اور فراخی بھی کرتا ہے اور تم سب اس کی طرف لوٹائے جاؤگے"۔

درج بالا آیت میں سوال کا انداز کہ "کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے" حدّ درجہ شوق انگیز ہے پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو "قرض دینے" سے تعبیر فرمایا ہے، قرض مقروض کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریم ہے، یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ جو مال اس نے خود بندوں کو عنایت فرمایا ہے وہی مال وہ جب ان سے اپنی راہ میں خرچ کرنے کو کہتا ہے تو اسے ذمہ قرض ٹھہراتا ہے، یعنی اس کی واپسی خود اپنے ذمہ واجب قرار دیتا ہے، پھر اس سے زیادہ روح ودل کو بے خود کردینے والی یہ بات ارشاد ہوئی کہ رب کریم یہ قرض اس لیے

مانگتا ہے کہ وہ بندوں کے دیئے چند پیسوں کو خوب بڑھائے اور ان کو بڑھا کر ایک لازوال خزانہ کی شکل میں ان کو واپس کر دے، اس کی کریمی نے اپنے بندوں کے لیے نفع کمانے کی یہ راہ کھولی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ قرض حَسن کی صفت سے موصوف ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی مقصود ہو، ریاکاری ہر گز مقصود نہ ہو۔

روزہ پر ریا کے مضمرات:

روزہ اور ریا:

ریاکاری کا فتنہ روزے جیسی عظیم عبادت کو بھی شرک میں گنوا دیتا ہے۔

روزے پر ریاکاری کرنے والے کے بارے میں حضرت شدد ابن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'مَنْ صَامَ يُرَآئِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ'[16]۔

"جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے"۔

مشرک ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ جن کو سنانے کے لیے روزہ رکھا ان کو اس نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا، اس حالت میں یہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کو سنانے کے لیے روزہ رکھا۔

ریاکار روزے دار مخلوق میں شہرت کی طلب سے اپنے روزے کی برکات سے محروم ہو جائے گا، جس سے روزے پر عزت تلاش کرے گا، قیامت کے دن اسی کے سپرد کر دیا جائے گا ایسے روزے دار کو بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا، بلکہ شرک کرنے کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے گا، اس لیے کہ روزے کا حاصل تو تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے، جب کہ ریاکار کے دل میں تو لوگوں کا ہی خیال ہے، یہ اپنی نیکی صرف لوگوں کو سنانے کی فکر میں ہے کہ میں روزے سے ہوں، نیز لوگوں کے سامنے اپنی ہیئت و حالت ایسی نحیف اور کمزور ظاہر کرتا ہے کہ لوگ اس پر ترس کھائیں، سنانے کے ساتھ دکھلانے کا کام بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ایسے روزے اور روزے دار کی کوئی ضرورت نہیں، اپنے اس ریاکاری کے حال میں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے، اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہے جب تک کہ اس نیت کو چھوڑ نہ دے، ایسا روزے دار جو صرف اللہ سے اپنے روزے کی جزا کا طلب گار نہ ہو، اس کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'رُبَّ صَآئِمٍ لَيْسَ لَه مِنْ صِيَامِه اِلَّا الجُوْعُ'[17]۔

"بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں سوائے بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہیں"۔

اس کی توجیہات میں کئی چیزیں بیان کی گئی ہیں، جیسے حرام مال سے روزہ افطار کرے، غیبت میں مبتلا ہو، گناہ سے نہ بچے،ان میں ایک توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ محض ریاو شہرت کی خاطر روزہ رکھے،اس کو اللہ کا دھیان نصیب نہ ہو۔

حج پر ریا کے مضمرات:

ریاکاری کا فتنہ دوسرے کاموں کی نسبت کہیں زیادہ حج کے ساتھ لگا ہے، کوئی حج کا ارادہ صرف اس لیے کرے کہ لوگ اس کو حاجی کہیں یا یہ کہ لوگ اس پر نکتہ چینی کرتے ہوں کہ اس نے مال دار ہو کر بھی حج کا فریضہ ادا نہیں کیا، اس میں شبہ نہیں کہ اگر کوئی محض اس طرح کے محرکات کے تحت حج کے لیے نکلے تو اس کا نکلنا حج کے لیے نہیں ہو گا، بلکہ جیسے حدیث میں بتایا گیا ہے:

'لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى'[18]۔

''اس کا حج اسی مقصد کے لیے ہو گا جس مقصد کے لیے وہ گھر سے نکلا''۔

مختلف اغراض سے حج کرنا:

کچھ علم سے بے بہرہ لوگ جس طرح درگاہوں اور مزاروں پر مختلف قسم کی منتیں اور مرادیں مانگنے کے لیے جاتے ہیں اس طرح کے اغراض کے ساتھ حج کے لیے بھی جاتے ہیں، کسی کو اولاد کی تمنا ہے، کسی کو جائیداد کی تمنا ہے، کسی کو کسی پر فتح پانے کی آرزو ہے، خاص طور پر عورتوں کے طبقہ میں تو ایک بڑی تعداد ایسی ہی خواتین کی ہوتی ہے جن کے نزدیک بیت اللہ اور مسجد نبویa کی اگر کوئی اہمیت ہے تو اسی پہلو سے ہے کہ وہاں وہ اپنی مخصوص قسم کی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتی ہیں، اگرچہ اس بات سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ مقدس مقامات ہیں، لیکن بڑا فرق ہے اس بات میں کہ کوئی شخص صرف اسی نیت اور اسی طرح کی مرادیں لے کر حج کے لیے جائے، جب کہ ایک دوسرا شخص نکلے تو حج کے عظیم مقصد کے لیے لیکن اخروی بھلائیوں کے ساتھ ساتھ جائز دنیوی اغراض کے لیے بھی دعائیں کرے[19]۔

بغرضِ تجارت حج کو جانا:

بہت سے لوگ حج محض کاروباری مقصد کے لیے کرتے ہیں، بہت سی تمدنی چیزیں ہمارے بازاروں کی نسبت وہاں کے بازاروں میں بہت سستی ملتی ہیں، کتنے ہی لوگ حج کا سفر تو فی الحقیقت وہاں کی ارزانی سے نفع کمانے کے لیے کرتے ہیں، لیکن اس کے لیے حج کو ایک بہانہ بناتے ہیں، جن لوگوں کے پیش نظر اس طرح کا مقصد ہو وہ اس زمانے میں جب کہ زرمبادلہ، کسٹم اور سمگلنگ کی روک تھام کے قوانین اتنے سخت ہیں اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے قوانین کی بھی نافرمانیاں کریں اور اپنی حکومت اور سعودی حکومت کے بہت سے

قوانین کو توڑیں، نیز سیکورٹی کے پیش نظر مزید خدشات بھی خطرات کا باعث ہیں،اس طرح کے لوگ اپنے ناجائز مقاصد کے حصول کے لیے بہت سے سادہ لوح حاجیوں کو بھی استعمال کرتے ہیں،اس طرح ان کے فتنہ کا دائرہ کار صرف انہی تک محدود نہیں رہتا،بلکہ وہ بہت سارے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے[20]۔

حج کو سیر و تفریح میں بدل دینا:

بہت سے لوگ جو حج کی فضیلت و حقیقت سے کم علمی کی بنا پر آشنا نہیں ہوتے، عورتیں محرم کی قید سے آزاد قافلوں کی صورت میں حج عمرہ کا سفر کرتی ہیں، مرد وزن بلا امتیاز مل بیٹھ کر خوش گپیاں لگاتے ہیں، تبادلہ خیالات کرتے ہیں، عبد اور معبود کے والہانہ وعاشقانہ سفر کو سیر و تفریح کی نذر کر دیتے ہیں، آرائشی سامان کی خرید وفروخت، بناؤ سنگھار کرنے میں وقت کو ضائع کرتے ہیں، حالانکہ سفر حج میں میقات سے احرام باندھنے کا حکم اس بات کی پر زور تائید کرتا ہے کہ ظاہر بھی فقیرانہ بنائو اور باطن کو بھی ماسوا اللہ سب خرافات سے آزاد کرو، اپنے دل میں بس اسی رب کی یاد بسائو، مرد و عورت کا تعلق بلکہ ایسی حرکات و سکنات اور ایسی باتوں سے بھی پرہیز کرو جو اس تعلق کا اشتعال دلانے والی ہوں، شکار نہ کرو بلکہ شکاری کو نشان دینے یا اس کا پتہ بتانے سے بھی اجتناب کرو، مکمل خدا پرستی کی کیفیت کو ظاہر و باطن پر طاری کرو، کیونکہ جس طرح وہاں نیکی کے کاموں کا اجر بڑھ جاتا ہے وہاں گناہ اور نافرمانی کے کاموں کا گناہ بھی شدید ہے[21]۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾[22]۔

''جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا اردہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے''۔

الحاد کے لفظی معنی تو کج روی، ٹیڑھ پن کے ہیں، یہاں پر یہ عام ہے کفر وشرک سے لے کر ہر قبیح گناہ کے لیے اس طرح مختلف اغراض کی خاطر حج بیت اللہ کو جانا اور حج کے دوران ایسی باتوں کا مرتکب ہونا جن سے ریاکاری کا اظہار ہو اس لیے کہ یہ شرک سے منسوب ہے، جیسے ہر سال حج کی ادائیگی کرنا اور اس پر بہت سے لوگوں کو مُطلع کرنا ضروری سمجھنا وہاں قربانی کے موقع پر عمدہ سے عمدہ جانور کو تلاش کرنا، اس پر بھی لوگوں کو دکھلانا کہ وہ سب سے بڑھ کر قربانی کر رہا ہے، ذکر کی گئی آیت قرآنی میں ان سب باتوں کے مرتکب کے لیے بڑی وعید بتائی کہ ظلم کے ساتھ یعنی جو شرک کے ساتھ کج روی اختیار ہم اسے دردناک عذاب دیں گے۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ حاجی کو نیت کا استحضار نہ ہونا اس کو حج کی برکات وثمرات سے محروم کر دیتا ہے، اس لیے حاجی سب سے اول نیت کا تعین کرے یعنی نیت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرے۔

قرآنِ کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت کا اعلان کیا تو فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾[23]۔

''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس کا حج کرے''۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''وللہ'' اور اللہ ہی کے لیے اس بات کو واضح کرتا ہے کہ حج کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا حصول ہو، حج کا مبارک سفر اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے شروع کیا جائے اور واپسی تک محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا جذبہ ہو کسی اور غرض کا شائبہ تک اس میں شامل نہ ہونے پائے، اگر کوئی اور غرض، نیت اور مخفی خواہش شامل ہو گی تو پھر للہیت نہ رہے گی، بلکہ غیر کی شراکت ہو گی، اللہ تعالیٰ اس عمل سے بے نیاز ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور غرض ونیت ہو۔

جہاد پر ریا کے مضمرات:

جہاد کا مفہوم نہایت وسیع ہے اور ایک مسلمان کی ساری زندگی پر حاوی ہے، اس میں فکری، قولی، مالی اور جانی ہر قسم کی جدوجہد شامل ہے۔ عام اصطلاح میں اسلام کی حفاظت ومدافعت اور مسلمانوں پر زیادتی اور ظلم کو روکنے کے لیے جو جنگ کی جاتی ہے اسے جہاد کہا جاتا ہے۔ جہاد کا لفظ قتال سے زیادہ وسیع ہے، قتال سے مراد دشمن سے لڑائی کرنا ہے، جب کہ جہاد کے معنی دین کی حفاظت کے لیے ہر قسم کی کوشش کرنا ہے، قرآنِ مجید میں جہاد کی بہت زیادہ اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾[24]۔

''اللہ کی راہ میں تم ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں''۔

اس آیت میں ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں سے آمادہ قتال رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم بھی ان سے جہاد کر کے اپنا دفاع کرو، نیز یہ کہ فتنہ وفساد کے خاتمہ تک جہاد کو جاری رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾[25]۔

''ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے''۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾[26]۔

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں ایسے لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں''۔

جہاد کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّة﴾[27]۔

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں''۔

درج بالا آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین اسلام میں جہاد کی اہمیت وفضیلت کس قدر ہے اور جہاد کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا رہے، اب یہ کہ وہ کون سا جہاد ہے جس سے یہ مقصود حاصل کیا جا سکتا ہے، نیز وہ کون سے اُمور ہیں جو جہاد پر اثر انداز ہو کر اس کے نصب العین کے حصول میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں:

ا۔ ریاکاری کی خاطر جہاد کرنا۔

۲۔ مال کے حصول کی خاطر جہاد کرنا۔

۳۔ شجاعت و بہادری کی نمائش کے لیے جہاد کرنا۔

یہ وہ اُمور ہیں جن کو حدیث نبوی ﷺ میں واضح کیا گیا ہے کہ ایسا مجاہد جو ان عناصر کی خاطر جہاد کرے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا نہیں، بلکہ وہ ان نفسانی خواہش کی خاطر ہی جہاد کرنے والا ہے حقیقی مجاہد وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کے لیے جہاد کرے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاء رجل الى النبي ﷺ فقال: الرجل يقاتل حمية ويقاتل شجاعة ويقاتل ريآء فأي ذلك في سبيل الله؟ قال: مَنْ قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله[28]۔

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی شخص حمیت و غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے، کوئی بہادری کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی دکھاوے کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے کون اللہ کے راستے میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند رہے، پس وہی اللہ کے راستے میں ہے''۔

جہاد کی آڑ میں حمیت و غیرت کا رعب ڈالنا، شجاعت و بہادری کی نمائش کرنا اور ریاکاری کی خاطر جہاد کرنا جہاد جیسے عظیم نصب العین کو بے معنی کر دیتا ہے، ریاکاری کا عمل نہ صرف ضیاع ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے شدید عتاب کا سبب ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآن وحدیث کے عمومی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ نیک کام کرنا شرعی طور پر مطلوب ہے، جنت میں داخلے کے لیے ہر شخص عمل صالح کا محتاج ہے، ہر نیکی اپنی ذات کے لحاظ سے خیر ہی خیر ہے، چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی بے سُود نہیں ہے، شرعی نصوص سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ بعض افراد کی معمولی معمولی نیکیوں پر جنت کی خوش خبریاں سنائی گئی ہیں۔ نیکی دنیا وآخرت میں کامیابی کی اساس ہے تاہم اس کے باوجود کچھ بندوں کی نیکیاں ان کے کام نہیں آئیں گی وہ بڑی بڑی نیکیاں لے کر آئیں گے مگر انھیں ذرّات کی شکل میں اُڑتی ہوئی خاک میں اڑادیا جائے گا،ان کی نیکیاں ان کے لیے نفع بخش ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوں گی،اس لیے کہ وہ نیکیوں پر فخر، غروراور ریاکاری کے مرتکب ہوتے ہیں، ہر نیک عمل محض لوگوں کو دکھلانے کے لیے کرتے ہیں، یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے کہ جب بندہ نیکیاں کرتاہے تو شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ بندے کو نیکیاں کرنے سے روک دے،اگر بندہ اس کے فریب میں نہ آئے تو وہ اس پر دوسرا حملہ کردیتا ہے اس کا دوسرا حملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بندے کو نیکیوں کے غرور میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر کوئی شخص شیطان کے اس حملے کا شکار ہو جائے تو پھر وہ نیکیوں کے بارے میں غروراور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے،اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو بڑا نیک تصور کرنے لگتا ہے اور نیکی میں کمزور لوگوں کو حقیر جانتا ہے، نیز اپنے اعمال صالحہ کی بناء پر لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش میں رہتا ہے،ان سے دنیاوی فائدے حاصل کرنے کی توقع بھی رکھتا ہے،اچھی شہرت کے لیے ہر وقت اپنی نیکیوں کا پرچار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ہر نیکی کا مقصود محض ریاکاری ہی رہ جاتا ہے،ایسی نیکی وقتی نمودونمائش کے علاوہ کچھ اثر نہیں رکھتی، بلکہ کرنے والے کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

تین آدمیوں کا مشہور قصہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے،اسلام میں ہمارے اعمال وافعال میں صرف وہی اعمال وافعال مقبول ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے نصب العین کے تحت حسن نیت کے ساتھ انجام دیے گئے ہوں، اگر نصب العین یہ نہ ہو تو ایک عمل ظاہر میں کتنا ہی پاکیزہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے اس سے نیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ کے احکام تسلیم کرنے والا انسان اپنے اعمال کی بنیاد اچھی نیت پر رکھتا ہے اور وہ کوئی بھی عمل بغیر نیت سرانجام نہیں دیتا، کیونکہ نیت عمل کی روح ہے، نیت درست تو عمل صحیح، نیت فاسد تو عمل باطل، بلکہ نیت کے بغیر عمل کرنے والا ریاکار ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اُترتی ہے اور نیت محض ذہن میں خیال لانے کا نام نہیں، بلکہ کام کرنے کے سچے ارادے کا نام نیت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو اور اس کے احکام کی تعمیل مقصود ہو اس لیے کہ اچھی نیت سے مباح عمل بھی اجروثواب کا باعث ہوتا ہے۔

تجاویز

۱۔ عبادات ایک شکرانہ ہوتا ہے۔ اس میں اخلاص نہ ہو تو انسان شکر گزار نہیں بن سکتا، اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں سے مستفید ہوں اور اس کا شکر ادانہ کریں تو یہ بڑی بد بختی ہے۔نیت کے اخلاص کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شکر گزار بندے بن جائیں۔

۲۔آج انسان اتنا پریشان ہے، وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا دھیان نصیب نہیں، لوگوں سے امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق کمزور پڑ چکا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات سمیع وبصیر ہے، اس پر یقین کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ معاشرتی برائیوں میں زیادہ عمل دخل بری نیت کا ہے، ایک خامی کو غلط نیت کے سبب بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔نیت کی درستگی سے معاشرتی برائیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

۴۔ بری نیت سے ہی کرپشن پروان چڑھتی ہے، جو ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا ناسور ہے، نیت کے اخلاص کو اجاگر کرکے اس کو بھی جڑ سے ختم کیا جاسکتا ہے۔

۵۔جب تک محاسبہ اور مواخذہ کا خوف نہ ہو اعمال میں نیکی کا عنصر پیدا نہیں ہوتا۔ایمان بالآخرت کا یقین اُجاگر کرکے ابدی اور دائمی آخرت کو سنوارنے کی ضرورت ہے۔اسی میں دنیاوآخرت کی فلاح ہے۔

سفارشات

۱۔ عبادات پر ریا کے مضمرات کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے ہر معاملے پر ریاکاری کے مضمرات کو واضح کیا جائے۔

۲۔ریاکاری کو شرکِ اصغر سے منسوب کیا گیا ہے،آج کے دور میں ریاکاری کا ناسور ہر سطح پر عام ہے۔ معاشرے میں اس کی روک تھام کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ شرک اصغر شرکِ اکبر تک پہنچ جائے اور نیکی صرف ریاکاری ہی ہو جائے۔

۳۔ علم سیکھنے والے سکھانے والے علم کی ترویج وترقی میں مصروف نظر آتے ہیں، لیکن اخلاص سے محروم ہیں، سکھانے والے بھی ایک جذبہ منتقل کرتے نظر نہیں آتے اور طالب علم بھی سنجیدہ نہیں ہیں، وہ صرف عیش وعشرت کو ہی زندگی سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ علم کا حقیقی فائدہ نصیب نہیں ہو رہا ہے۔ جذبہ اخلاص کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔

۴۔لوگ اپنے اعمال کو دکھاوے کی حد تک بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اخلاص نیت شامل ہو، اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو مد نظر رکھا جائے۔

۵۔ریاکار کا مطمح نظر صرف دنیا کے لوگ ہوتے ہیں، وہ صرف ان سے سرخرو ہونے کا سوچتا ہے، وہ اپنی دائمی اور ابدی آخرت کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے، یہ اس کے ساتھ نفس اور شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے، جس سے آگاہی کی شدید ضرورت ہے۔

۶۔ہر طرف نصیحتوں کے انبار ہیں، لیکن جو جڑ ہے اس کی خبر ہی نہیں، اخلاصِ نیت کو اہمیت نہیں دی جاتی، جب کہ حقیقی طور پر نیکی کا فائدہ اخلاص ہی سے ہوتا ہے۔

۷۔اگر ریاکاری ختم ہو جائے تو انسان کے اعمال قیامت تک محفوظ ہو جائیں گے، بقدر اخلاص ان کا صلہ و جزا ہمیشہ رہنے والی آخرت میں بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا۔

۸۔نیت کی درستگی انسان کو نہ صرف آخرت میں کامیاب کرے گی، بلکہ دنیا میں بھی انسان کو سچا اور پاکیزہ انسان بنائے گی۔

(References)

1۔سورۃ الکہف:۱۱۰

2۔قرطبی، محمد بن احمد، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، مکتبہ رشیدیہ بلوچستان، ج:۱۱، ص:۶۶

3۔سورۃ النساء:۱۴۲

4۔سورۃ الماعون:۵-۶

5۔الحاکم النیسابوری، محمد بن عبداللہ، ابو عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ بیروت، المجلدات:05، کتاب الرقاق، ج:۴، ص:۳۲۹

6۔ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعۃ، ح:۴۲۰۴، ج:۴، ص:۵۱۲

7۔اصلاحی، امین احسن، تزکیۂ نفس، آفات حج، ملک سنز، تاجران کتب و کارخانہ بازار، فیصل آباد، ص:۲۴۹

8۔سورۃ البقرۃ:۲۶۴

9۔سورۃ البقرۃ:۲۶۲

10۔تزکیۂ نفس، ص:۲۶۰

11۔ایضاً، ص:۲۶۷

12۔سورۃ آل عمران:۱۳۴

13۔سورۃالبقرۃ:۲۱۵

14۔حریری،غلام احمد،تفسیر القرآن،ناشر:پولیمر پبلیکیشنز رجسٹرڈ،راحت مارکیٹ لاہور،ص:۳۰۹

15۔سورۃالبقرۃ:۲۴۵

16۔الحاکم النیسابوری،محمد بن عبداللہ،ابو عبداللہ،المستدرک علی الصحیحین،کتاب الرقاق،ج:۴،ص:۳۲۹

17۔ابن ماجہ،سنن ابن ماجہ،کتاب الصیام،باب ماجاءفی الغیبۃوالرفث للصائم،ح:۱۶۹۰،ج:۴،ص:۳۳۳

18۔بخاری،امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری،کراچی:قدیمی کتب خانہ ۱۹۳۸،،کتاب بدءالوحی،باب کیف کان بدءالوحی الی رسول اللہ،ح:۱،ج:۱،ص:۲۱

19۔اصلاحی،امین احسن،تزکیۂ نفس،ص:۳۰۳

20۔ایضا

21۔ایضا،ص:۳۰۴

22۔سورۃالحج:۲۵

23۔سورۃآل عمران:۹۷

24۔سورۃالبقرۃ:۱۹۰

25۔سورۃالبقرۃ:۱۹۳

26۔سورۃالصف:۴

27۔سورۃالتوبۃ:۱۱۱

28۔القشیری،امام مسلم بن الحجاج صحیح مسلم،کراچی؛قدیمی کتب خانہ ۱۹۵۶،کتاب الامارۃ،باب من قاتل لتکون کلمۃاللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ،ح:۱۶۰،ج:۳،ص:۱۴۱۳